تعلیمات مجددیہ

مکتوبات کی روشنی میں

تالیف ملک حسن علی ۔ ناشر انجمن اشاعت التوحید والسنۃ ۔ شرق پور ضلع شیخوپورہ ۔ مغربی پاکستان ۔ ضخامت ۲۰۵ صفحات - قیمت مجلد دس روپے۔

بر صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے دینی فکر کو سب سے زیادہ اور سب سے پائدار طور پر دو شخصیتوں نے متاثر کیا ہے، ایک حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ ۔ ان دونوں بزرگوں کے دینی اثرات اس قدر زبردست گہرے اور دور رس ہیں کہ اگرچہ انہیں گذرے بالترتیب تین سو سال اور دو سو سال ہوگئے ہیں، لیکن جس نہج پر وہ دینی فکر ڈال گئے ہیں' وہ نہج اب بھی جاری و ساری ہے - اس نہج سے متاثر ہونے والے مختلف مکاتب خیال پیدا ہو رہے ہیں اور اس طرح ان بزرگوں کا شروع کیا ہوا سلسلہ برابر آگے بڑھ رہا ہے ۔ حضرت مجدد اولاً صوفی تھے اور بعد میں عالم دین ۔ اس کے برعکس شاہ ولی اللہ پہلے عالم دین تھے اور ثانیاً صوفی ۔ تصوف اور علم دین کا یہ اجتماع ان دونوں بزرگوں کی منفرد خصوصیت ہے ، اور برصغیر کے دینی فکر میں بھی جامعیت شاید ان کو دوام بخشے گی ۔

اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ جو یقیناً بے حد و بے حساب ہیں، حضرت مجدد اور حضرت شاہ ولی اللہ کو جس چیز نے ہمارے ہاں اس قدر بلند مقام اور غیر معمولی اہمیت عطا کی ہے ۔ وہ ان کا تاریخ کے ایک خاص موڑ پر اس برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نئی راہ کی طرف لے جانا ہے ۔ اس وقت مسلمان اس راہ پر چلے۔ اور تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ، جو تغیر زمانہ و حالات کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے' مسلمانان پاک و ہند برابر اس راہ پر چلتے رہیں گے ، اور مجددی و ولی اللہی فکر انہیں کم و بیش آئندہ بھی متاثر کرتا رہے گا۔

اس ضمن میں حضرت مجدد کے دو کارنامے سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں۔ ایک اس دور کے مروجہ تصوف کو فکر و عمل کے انتشار اور اخلاقی بے راہ روی سے نکال کر کتاب و سنت کے تابع کرنا۔ ہندوستان کی سر زمین میں جہاں ویدانت کا ہندو فلسفہ فضا میں رچا بسا ہوا تھا۔ اور اس کے زیر اثر تصوف کے ظاہراً و باطناً مسخ ہونے کے بڑے امکانات تھے' حضرت مجدد کا یہ کارنامہ صرف اسلامی تصوف کے لئے نہیں بلکہ خود دین اسلام کے لئے ایک نئی زندگی کا پیغام تھا۔ اس لحاظ سے وہ واقعی دوسری ہزارویں صدی ہجری کے مجدد تھے اور ان کی اس تجدید نے اسلام کو اور تصوف اسلام کو مسخ ہونے سے بچالیا۔

حضرت مجدد کا دوسرا کارنامہ ان کوششوں کو ناکام بنانے کی صورت میں سامنے آتا ہے، جو مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے اسلام کو ہندو مت اور ہندو ثقافت سے قریب لانے کے لئے اپنے دور حکومت میں شروع کی تھیں۔ وحدت الوجود کا عقیدہ جسے اسلام اور ہندو مت کی درمیانی کڑی ثابت کرنے کی سعی کی گئی تھی، اس کے ماله و ماعلیہ سے قطع نظر، اکبر اس ملاپ سے جس ذہن کی تشکیل اور جس ثقافت کی ترویج کرنا چاہتا تھا' اس کی زد اسلام کے عقائد و اعمال پر تو پڑتی ہے ' لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ہندوستانی معاشرہ کی روحانی و اخلاقی بنیادیں بھی تہ و بالا ہوجاتیں۔ اس نازک وقت پر حضرت مجدد آگے آتے ہیں۔ اور ایک طرف جہاں وہ وحدت الوجود کے مقابلے میں وحدت الشہود کا تصور پیش کرکے اول الذکر سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا سدباب کرتے ہیں، وہاں دوسری طرف وہ اکبر اعظم کے اس اقدام کی مخالفت کرتے ہیں کہ اسلام ہندو مت اور ہندو ثقافت کے اثرات میں جو ظاہر ہے ایک روبہ زوال جاگیری دور کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے' مدغم ہوکر رہ جائے۔

جناب ملک حسن علی صاحب نے حضرت مجدد کے مکتوبات میں سے حضرت کی الہی تعلیمات کو زیر نظر کتاب میں پیش کیا ہے۔

حضرت مجدد صاحب اپنے دور اور اس دور میں ان سے جو کام لیا گیا، اس کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں :— " یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسے ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اولو العزم پیغمبر مبعوث

ہوتے تھے۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتے تھے ۔ اور اس امت میں جو خیرالامم ہے اور اس امت کا رسول خاتم‌الرسل صلعم ہے ۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا درجہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے ۔ اسی واسطے ہر صدی کے سرے پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین کرتے ہیں تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی گئی، بلکہ پیغمبر اولوالعزم کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح اس وقت ایک‌تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے، جو گذشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو ۔''

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی میں ایک مجدد مبعوث کرتا ہے، تاریخ اسلام میں تجدد کا یہ سلسلہ شروع سے جاری رہا ہے ۔ اور اُمت مسلمہ کے لئے تجدد کی ضرورت برابر محسوس کی جاتی رہی ہے ۔ اس ضمن میں حضرت مجدد اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :—

''جاننا چاہئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گذرا ہے' لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ' جس قدر سو اور ہزار سال کے درمیان فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے ...... ''

قدرت کو حضرت مجدد سے جو کام لینا تھا اس کا ذکر آپ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں : —

... مجھے پیری مریدی کے لئے اس دنیا میں نہیں لایا گیا ۔ اور نہ میرے وجود سے ارشاد و تربیت مقصود ہے ۔ معاملہ کچھ اور ہی ہے اور قدرت نے مجھ سے کچھ اور ہی کام لینا ہے ...... ''

چنانچہ قدرت نے حضرت مجدد سے یہ کام لیا۔ اکبر اعظم اسلامی ہند کو جس طرف لے جانا چاہتا تھا' اس کے بالکل خلاف نئی طاقتیں آگے آگئیں۔ اور انہوں نے اسلامی ہند کی تاریخ کا رخ بدل دیا۔ یہ تھا وہ کام جو حضرت مجدد کی کوششوں سے ہوا ۔اور ظاہر ہے اس بر صغیر میں اس کا اثر ہمیشہ رہے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی یہ عظیم کام اس لئے سر انجام دے سکے کہ وہ بیک وقت عارف بھی تھے اور عالم بھی ۔ اور اس سر زمین میں جہاں جب سے کہ اسلام آیا ہے، عرفان یعنی تصوف دین کا ایک لازمی جزو سمجھا جاتا رہا ہے، ضروری بھی تھا ۔ بر صغیر میں پہلے دن سے اسلام کی نمائندگی دو طبقے کرتے رہے ہیں۔ ایک تھا طبقہ علماء اور دوسرا صوفیہ کا طبقہ تھا، حضرت مجدد کی ذات اسلام کے ان دونوں عظیم طبقوں کی نمائندہ تھی، اس لئے ان کی دعوت اتنی موثر ثابت ہوئی ۔

نواب صدیق حسن حضرت مجدد کے بارے میں لکھتے ہیں :—

" عالم عارف کامل مکمل تھے - اپنے زمانے میں طریقہ نقشبندیہ کے امام تھے اور صوفیوں کے لئے سلوک کے راستہ کے مجدد ۔ معرفت خداوندی اور مقامات سلوک کی انتہا پر پہنچنے میں جو ان کو علوئے علم اور کمال تبحر حاصل تھا ۔ اس پر یہ مکتوبات شاہد اور دلیل روشن ہیں ۔ اتباع سنت اور ترک بدعت پر حریص تھے ... "

ایک کامل عارف ہونے کی حیثیت سے حضرت مجدد صاحب کشف بزرگ تھے لیکن ان کے مکاشفات اکثر صوفیاء کی طرح شریعت سے ہٹے ہوئے نہیں تھے - نواب صدیق حسن اس بارے میں لکھتے ہیں :—

"مجدد الف ثانی کے کشف کے مرتبہ بلند کو اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ سب کشف چشمہ، ہوش سے سرزد ہوئے اور کبھی کوئی کشف شریعت کے خلاف نہ ہوا ، بلکہ اکثر کی تو شریعت موید ہے ... "

دین اسلام کا ممتاز ترین بلکہ اس کا سب سے بڑا وصف اس کی دعوت توحید ہے - حضرت مجدد کے زمانے میں ایک طرف وحدت الوجود کے عقیدے کی ، جو اس وقت عوام و خواص ہر دو میں بے حد مقبول تھا ، اس طرح تعبیر ہوتی تھی کہ عقلی و نظری طور پر ذات خداوندی نفس کائنات میں گم ہوتی جارہی تھی ۔ اور دوسری طرف بدعات کو بڑا فروغ حاصل تھا اور ان کی وجہ سے عملاً توحید کا انکار کیا جا رہا تھا ۔ حضرت مجدد نے ان دونوں گمراہیوں کے خلاف زبردست جہاد کیا ۔ زیر نظر کتاب میں حضرت کی اس دعوت کا بڑا کافی

حصہ آ گیا ہے توحید پر زور دیتے ہوئے حضرت ایک مکتوب میں لکھتے ھیں :— ''... سب (پیغمبروں) نے خلقت کو خالق کی عبادت کی تبلیغ فرمائی ہے ۔ اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے ۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور عاجز جانا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وھیبت سے ڈرتے اور کانپتے رہتے تھے '' ۔

صوفیاء اذکار و اشغال پر بہت زور دیتے ھیں۔ اور اس کی وجہ سے ان کے ھاں ترک دنیا کا رجحان بھی پیدا ھو گیا ہے ' حضرت مجدد بھی ذکر پر زور دیتے ھیں ' لیکن ساتھ ھی فرماتے ھیں :-

'' اے فرزند ! فرصت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاھئے اور تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رھنا چاھئے ۔ جو عمل شریعت غرا کے موافق کیا جائے ۔ ذکر ھی میں داخل ہے ۔ اگرچہ خرید و فروخت ھو ۔ پس تمام حرکات و سکنات میں شرعی احکام کو نگاہ میں رکھا جائے ' یہ سب ھی ذکر ھو جائے گا ''

حضرت مجدد کا ارشاد ہے کہ کسی شخص معین کو جہنمی اور لعنتی کہنا جائز نہیں ۔ مکتوبات دفتر دوم ۔ مکتوب ۳۶ کا ایک اقتباس ہے ۔

''یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ھو ، اسلام اور توبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے ۔ کافروں پر عمومی لعنت کرتے ھیں ۔ کسی کافر معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے تاوقتیکہ اس کے خاتمے کی برائی قطعی دلیل سے معلوم نہ ھو ''

ذکر کے ذیل میں حضرت مجدد اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ھیں ۔

'' مثلاً ایک شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے ۔ اسی اثنا میں ایک نابینا آ گیا ، جس کے سامنے کنواں ہے ۔ اگر ایک قدم وہ اٹھائے ' تو کنوئیں میں جا پڑے۔ آیا اس صورت میں ذکر میں مشغول رھنا بہتر ہے یا نابینا کو کنوئیں سے بچانا بہتر ہے ؟ ۔ حق تعالیٰ اس سے اور اس کے ذکر سے مستغنی ہے ۔ اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے ' جس کے ضرر کا دفع کرنا ضروری ہے ۔ خاص کر جب کہ وہ اس کے خلاص کرنے پر مامور کیا گیا ہے ۔ اس وقت اس کو اس کی مصیبت سے بچانا بھی ذکر ہے ۔ کیونکہ یہ امر کی بجا آوری ہے۔ ذکر میں ایک ھی حق ادا کرنا ہے یعنی مولیٰ کا حق ۔ اور تخلیص میں جو تحت امر ھو ، دو حق ادا ھوتے ھیں ۔ بندہ کا حق بھی اور مولیٰ کا حق بھی ' بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہ میں داخل ھو ۔ کیونکہ ھر

وقت ذکر کرنا پسند نہیں ۔ بعض اوقات ذکر نہ کرنا بھی مستحسن اور پسندیدہ ہے ۔

اپنے ایک مکتوب میں حضرت مجدد شریعتوں کے نزول کا مقصد یہ بتاتے ہیں :۔

" شریعتوں کا نزول خواہشات نفسانی کو روکنے کے لئے ہوا ہے ' جس قدر شریعت کے مقتضاء کے مطابق عمل کیا جائے گا ' اسی قدر نفسانی خواہشات روبہ زوال ہوں گی ... "

نیز یہ ارشاد ہوا ہے کہ " ... یہ کہ مرید جو کچھ چاہیں کریں اور جو چاہیں کھائیں اور پیر ان کو عذاب سے بچانے کی ڈھال بن جائیں ایسا خیال ایک نکمی اور بیہودہ آرزو ہے ۔ وہاں اذن کے بغیر کوئی شفاعت نہ کر سکیگا اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہوں گے کوئی شفاعت نہ کریگا ۔ اور عمل پسندیدہ تب ہوں گے جب کہ شریعت کے مطابق عمل بجا لایا جائے گا " ۔

توحید و شرک اور شریعت و تصوف کے عنوانات کے تحت فاضل مؤلف نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے اس قسم کے بہت سے اقتباسات زیر نظر کتاب میں جمع کر دئے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک اقتباس بڑا ہدایت آموز اثر انگیز اور دل نشین ہے ۔ ان کے علاوہ ابھی بہت سے عنوانات ہیں ، جنھیں حضرت مجدد کے مکتوبات کے اقتباسات سے مرتب کیا گیا ہے ۔ اصل اقتباسات فارسی میں ہیں ' اور مؤلف نے ان کے ساتھ اردو ترجمہ دیا ہے ۔ ترجمہ بڑا رواں ' شستہ اور عام فہم ہے ' کتاب کے شروع میں مؤلف نے حضرت مجدد کے مفصل سوانح حیات اور آپ کے دور کے تاریخی حالات لکھے ہیں ، جن سے آپ کی دعوت تجدید کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے ۔ اس پر مستزاد یہ کہ مؤلف نے جہاں بھی ضرورت محسوس کی ہے ' حضرت مجدد کی تعلیمات کو موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے مطابق بنانے کے لئے تشریحی حواشی سپرد قلم کئے ہیں اور ان سے آج کے عوارض و مفاسد کا علاج ڈھونڈا ہے ۔ غرض یہ کتاب حضرت مجدد کی تعلیمات کے ہر پہلو پر جامع ہے ۔ اور مؤلف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مکتوبات کا خلاصہ اس میں جمع کر دیا ہے ۔